رسائل و مسائل

قزع اور تشبّہ بالکفار

سوال۔ آپ نے رسائل و مسائل میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا کہ آپ کے نزدیک انگریزی طرز کے بال شرعاً ممنوع نہیں ہیں۔ آپ نے لکھا تھا کہ جو چیز ممنوع ہے وہ یا تو فعل قزع ہے یا وضع میں تشبہ بالکفار ہے اور انگریزی طرز کے بال ان دونوں کے تحت نہیں آتے۔ مگر آپ کا جواب بہت مختصر تھا اور اُس میں آپ نے اپنے حق میں دلائل کی وضاحت نہیں کی، خصوصاً قزع کی جو تعریف آپ نے بتائی ہے اس کی تائید میں آپ نے کسی متعین حدیث یا اقوال صحابہ و ائمہ میں سے کسی قول کو نقل نہیں کیا۔ اسی طرح عہد نبوی میں غیر مسلموں کے اجزائے لباس کے اختیار کیے جانے کا آپ نے ذکر تو کیا ہے لیکن وہاں بھی آپ نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ بہتر یہ ہو گا کہ آپ متعلقہ حوالہ جات کو بھی ترجمان میں نقل کر دیں تاکہ بات زیادہ صاف ہو جائے۔

آپ کی توضیح کے مطابق اس طرز کے بال رکھنا حرام تو نہیں لیکن آپ کا ذوق انہیں پسند بھی نہیں کرتا۔ کیا جو وضع اہل دین کے نزدیک ناپسندیدہ ہو مگر حرمت کے درجے میں نہ ہو اُس کی روک تھام کے لیے کوئی عملی تدابیر اختیار نہیں کی جا سکتیں؟

جواب:۔ کسی چیز کو شرعی حیثیت سے ناجائز کہنے کے لیے دو امور میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ یا تو بعینہٖ اس چیز کے متعلق کوئی حکم کلام شارع میں موجود ہو، یا شارع کی دی ہوئی کسی اصولی ہدایت کے تحت وہ ناجائز قرار پاتی ہو۔ اگر ان دونوں امور میں سے کوئی بھی نہ ہو تو ایسی چیز کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا خواہ وہ کسی شخص یا گروہ کے مذاق پر کتنی ہی گراں ہو۔ اس قاعدۂ کلیہ کے تحت جب ہم تحقیق کرتے ہیں کہ انگریزی طرز کے بالوں کی شرعی حیثیت کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورۂ بالا وجوہ تحریم میں سے کوئی

بھی یہاں نہیں پائی جاتی۔ سر کے بالوں کے متعلق نص صریح میں جس چیز کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ قزع ہے اور قزع کی جو تعریف ائمۂ حدیث و فقہ نے بیان کی ہے وہ یہ ہے:۔

ان یحلق بعض رأس الصبی و یترک بعض (نافع مولی ابن عمر۔ صحیح مسلم)	یہ کہ بچے کے سر کا کچھ حصّہ مونڈا جائے اور کچھ حصّہ چھوڑ دیا جائے۔
اذا حلق الصبی و ترک ھٰھنا شعرۃ و ھٰھنا و ھٰھنا و اشار الی ناصیتہ و جانبی راسہ ... ولکن القزع ان یترک بناصیتہ شعر و لیس فی رأسہ غیرہ و کذالک شق راسہ ھٰذا و ھٰذا (عمر بن نافع۔ صحیح بخاری)	جبکہ بچے کا سر اس طرح مونڈا جائے کہ صرف پیشانی پر اور سر کے دونوں جانب بال چھوڑ دیئے جائیں (پھر دوبارہ پوچھنے پر مزید تشریح کی کہ) مگر قزع یہ ہے کہ پیشانی کے بال چھوڑ کر باقی سارا سر مونڈ دیا جائے، اور اسی طرح یہ کہ سر کے اِن اِن حصوں کو چھوڑ کر باقی سر مونڈ ڈالا جائے۔

ابوداؤد کی روایت میں یہ تشریح خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مستنبط ہوتی ہے۔ اس میں ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مُنڈا ہوا تھا اور کچھ حصے پر بال چھوڑ دیئے گئے تھے۔ حضور نے اس فعل سے منع کیا اور فرمایا احلقوا کلہ او اترکوا کلہ "یا تو پورا مونڈ دو یا پورے سر کے بال چھوڑ دو" اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ شریعت میں جو چیز بعینہٖ ممنوع ہے وہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق ان بالوں پر نہیں ہوتا جو آج کل انگریزی بال کے نام سے مشہور ہیں۔

اب رہ گیا دوسرا امر کہ شارع کی کسی اصولی ہدایت کے تحت ان بالوں کو ناجائز قرار دیا جائے، تو وہ اصولی ہدایت صرف نہی تشبہ والی ہدایت ہو سکتی ہے جس کے اس معاملہ پر منطبق ہونے کا دعویٰ کرنا ممکن ہے۔ لیکن اس معاملہ میں تحقیق طلب امر یہ ہے کہ تشبہ سے مراد کیا ہے؟ آیا تشبہ مجموعی وضع و ہیئت ہی میں ہوتا ہے یا جزئی طور پر بھی ہو سکتا ہے؟ اس سوال کی تحقیق میں جب حدیث پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جزئی طور پر غیر مسلم قوموں کی کوئی چیز لے کر اپنی وضع و معاشرت

میں شامل کر لینے کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر شلوار ایران کی چیز تھی جو عرب پہنچکر سراویل کے نام سے موسوم ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ خود بھی استعمال فرمایا۔ چنانچہ بخاری میں ابن عباس کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا من لم یجد ازاراً فلیلبس سراویل (جس کو تہمت نہ ملے وہ شلوار پہن لے) اور معتبر روایات سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے شلوار خود بھی خریدی تھی اور آپ کے زمانے میں آپ کی اجازت سے مسلمان بھی اس کو پہنتے تھے[۱]۔ اسی طرح برنس کے استعمال کو آپؐ نے نہ صرف جائز رکھا تھا بلکہ ایک صحابی کو خود تحفۃً دی تھی اور قرنِ اول کے قراء میں اس کا استعمال عام تھا حالانکہ یہ عیسائی راہبوں کی ٹوپی تھی۔ اسی بنا پر سلف میں سے بعض حضرات نے اس کے استعمال کو مکروہ بھی سمجھا تھا لیکن امام مالکؒ نے ان کے اس خیال کی صاف صاف تردید فرمائی[۲]۔ اسی طرح حضورؐ نے مختلف اوقات میں ایسے جبّے بھی استعمال فرمائے ہیں جو غیر مسلم قوموں سے درآمد ہوئے تھے، چنانچہ معتبر احادیث سے آپ کا جبۂ شامیہ، جبۂ رومیہ اور جبۂ کسروانیہ پہننا ثابت ہوتا ہے، حالانکہ جبۂ شامیہ یہودیوں کے لباس کا جزء تھا، جبۂ رومیہ رومن کیتھولک عیسائیوں کا لباس تھا اور جبۂ کسروانیہ ایرانی فیشن کی چیز تھی۔ ان تمام روایات سے یہ بات ناقابلِ انکار طور پر ثابت ہوتی ہے کہ غیر مسلم قوموں کے تمدن، معاشرت اور وضع و ہیئت میں سے متفرق اجزاء لے کر (بشرطیکہ ان میں سے کوئی چیز بذاتِ خود حرام نہ ہو) اپنی معاشرت میں داخل کر لینا تشبّہ نہیں ہے، بلکہ تشبّہ کا اطلاق صرف اس چیز پر ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو بحیثیتِ مجموعی کسی غیر مسلم قوم کی وضع و ہیئت میں ڈھال لے، حتیٰ کہ اسے دیکھ کر ایک ناواقف آدمی یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ مسلمان ہے۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی مجموعی وضع مسلمانوں کی سی معروف وضع رکھتا ہو اور اس میں صرف انگریزی بال اس کے سر پر ہوں تو اسے تشبّہ کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔

بلاشبہ میرے اپنے مذاق پر بھی اب یہ بال گراں ہیں اور اسی لیے مَیں نے ان کو چھوڑ دیا ہے، لیکن یہ

---

[۱] فتح الباری، کتاب اللباس، باب السراویل۔ وزاد المعاد فصل فی ذکر سراویلہ ونعلہ وغیر ذالک

[۲] فتح الباری، کتاب اللباس، باب البرانس

بلکہ خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حدود حلال و حرام اور چیز ہیں، اور وہ مذاق اور چیز ہے جو اسلامی ذہنیت کے نشوونما سے ابھرتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کو خلط ملط نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایک اسلامی نظام میں جس چیز کو ضابطہ کے طور پر حکماً نافذ کر سکتے ہیں وہ صرف حدودِ حلال و حرام ہیں۔ رہا وہ مذاق جو اسلامی ذہنیت کے ارتقاء سے ہم میں پیدا ہوتا ہے، تو اول تو ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام اہلِ ایمان میں متفق علیہ ہو، دوسرے اگر وہ متفق علیہ بھی ہو تب بھی ہمیں اس کو "شریعت" قرار دینے کا حق نہیں ہے۔ شریعت تو صرف ان احکام کا نام ہے جو کتاب و سنت میں منصوص ہوں۔ منصوصات سے ماوراء جو اجتہادی یا ذوقی امور ہوں ان کو رائج کرنے کے لیے استدلال، تعلیم، تربیت وغیرہ کے ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں مگر ان کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔

خواب میں زیارتِ نبویؐ

سوال۔ براہ کرم مندرجہ ذیل سوال کے بارے میں اپنی تحقیق تحریر فرما کر تشفی فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو درحقیقت اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری تمثیل میں نہیں آسکتا۔ او کما قال۔

اس حدیث کی صحیح تشریح کیا ہے؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس شکل و شباہت میں بھی خواب میں دیکھا جائے تو یہ حضور ہی کو خواب میں دیکھنا سمجھا جائیگا؟ کیا حضور کو یورپین لباس میں دیکھنا بھی آپ ہی کو دیکھنا سمجھا جائے گا؟ اور کیا اس خواب کے زندگی پر کچھ اثرات بھی پڑتے ہیں؟

جواب۔ اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کی اصلی صورت میں دیکھا اس نے درحقیقت آپ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان کو یہ قدرت نہیں دی گئی ہے کہ وہ آپ کی صورت میں آکر کسی کو بہکا سکے۔ اس کی یہی تشریح حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ نے کی ہے۔ امام بخاری کتاب التعبیر میں ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اذا راٰہ فی صورتہ (جبکہ دیکھنے والے نے آپ کو آپ ہی کی صورت

میں دیکھا ہو)۔ علامہ ابن حجر صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص ابن سیرین سے کہتا کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو وہ اس سے پوچھتے تھے کہ تو نے کس شکل میں دیکھا۔ اگر وہ آپ کی کوئی ایسی شکل بیان کرتا جو آپ کے حلیے سے نہ ملتی تھی تو ابن سیرین کہہ دیتے تھے کہ تو نے حضور کو نہیں دیکھا ہے۔ یہی طرزِ عمل حضرت ابن عباس کا بھی تھا جیسا کہ حاکم نے بسند نقل کیا ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ خود حدیث کے الفاظ بھی اسی معنی کی توثیق کرتے ہیں جن مختلف الفاظ میں یہ حدیث صحیح سندوں سے منقول ہوئی ہے ان سب کا مفہوم یہی ہے کہ "شیطان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نہیں آسکتا" نہ یہ کہ شیطان کسی شکل میں آکر آدمی کو یہ دھوکہ نہیں دے سکتا کہ وہ آنحضور کو دیکھ رہا ہے۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی جان لینی ضروری ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے اور آپ سے کوئی امر یا کوئی نہی کا حکم سنے، یا دین کے معاملے میں کسی قسم کا ایماء آپ سے پائے تو اس کے لیے اس خواب کی پیروی اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک وہ اس تعلیم یا ایماء کے مطابق کتاب و سنت ہونے کا اطمینان نہ کرے۔ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے لیے دین کا معاملہ خوابوں اور کشفوں اور الہاموں پر نہیں چھوڑا ہے۔ حق اور باطل اور صحیح اور غلط کو ایک روشن کتاب اور ایک مستند سنت میں پیش کر دیا گیا ہے جسے بیداری میں اور پورے شعور کی حالت میں دیکھ کر راہِ راست معلوم کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی خواب یا کشف یا الہام اس کتاب اور اس سنت کے مطابق ہے تو خدا کا شکر ادا کیجیے کہ اللہ نے حضور کی زیارت نصیب کی، یا کشف و الہام کی نعمت سے نوازا لیکن اگر وہ اس کے خلاف ہے تو اسے رد کر دیجیے اور اللہ سے دعا مانگیے کہ وہ ایسی آزمائشوں سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھے۔

ان دو باتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بکثرت لوگ گمراہ ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ متعدد آدمی میرے علم میں ایسے ہیں جو صرف اس بنا پر ایک گمراہ مذہب کے پیرو ہو گئے کہ انہوں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مذہب کے بانی کی توثیق کرتے یا اس کی طرف التفات فرماتے دیکھا تھا۔ وہ اس گمراہی میں نہ پڑتے اگر اس حقیقت سے واقف ہوتے کہ خواب میں کسی شکل کے انسان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے دیکھ لینا درحقیقت حضور کو دیکھنا نہیں ہے، اور یہ کہ خواب میں واقعی حضور ہی کی زیارت نصیب ہو تب

بھی کوئی حکم شرعی اور امر دینی ایسے خواب سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر شیطان کے فریب سے تحفظ صرف اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ آدمی حضور کو آپ کی اصلی شکل میں دیکھے تو اس کا فائدہ صرف انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتا تھا جنہوں نے آپ کو بیداری میں دیکھا۔ بعد کے لوگ آخر کیسے جان سکتے ہیں کہ جو شکل وہ خواب میں دیکھ رہے ہیں وہ حضور ہی کی ہے یا کسی اور کی؟ ان کو اس حدیث سے کیا تسلی حاصل ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعد کے لوگ اس بات کا اطمینان تو نہیں کر سکتے کہ انہوں نے جو شکل خواب میں دیکھی وہ حضور ہی کی شکل تھی، مگر یہ تو معلوم کر سکتے ہیں کہ خواب کے معنی اور مضمون کی مطابقت قرآن و سنت کی تعلیم سے ہے یا نہیں۔ مطابقت پائی جاتی ہو تو پھر زیادہ امکان اسی بات کا ہے کہ انہوں نے خواب میں حضور ہی کی زیارت کی ہے، کیونکہ شیطان کسی کو راہ راست دکھانے کے لیے تو بہروپ نہیں بھرا کرتا۔

گول مول جوابات

سوال: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ہمیشہ ہر مسئلہ کا گول مول جواب دیتے ہیں۔ اور اگر مزید وضاحت چاہی جائے تو آپ بگڑ جاتے ہیں یا پھر جواب سے بے بس ہو کر انکار کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ہنوز ایسے انسانوں کا ہم خیال نہیں ہوں، کیونکہ جہاں تک میں جانتا ہوں آپ ہمیشہ مسئلہ کو دو ٹوک اور وضاحت سے سمجھاتے ہیں۔ خدا کرے میرا یہ حسن ظن قائم رہے۔

گزارشات بالا کا لحاظ رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

(۱) کوئی تارکِ سنت بزرگ ولی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) حضرت رابعہ بصری نے کیوں سنتِ نکاح کو ترک کیا تھا؟

(۳) حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ سید بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے ایک باطنی اشارہ پر تا عمر شادی نہ کی تھی۔ آپ

کے نزدیک پیر و مرشد کا خلافِ سُنت اشارہ کرنا اور مُرید کا باوجود استطاعت کے سنتِ نکاح کو ترک کرنا کس حد تک درست ہے؟

جواب :- میں معقول اور ضروری سوالات کا جواب تو ہمیشہ وضاحت کے ساتھ دینے کی کوشش کرتا ہوں مگر بیکار اور غیر ضروری سوالات کے معاملہ میں پیچھا چھڑانے کے سوا مجھے اور کوئی صحیح طریقہ معلوم نہیں ہے۔ اب آپ خود اپنے سوالات پر غور کیجیے۔ اگر آپ صرف پہلے سوال پر اکتفا کرتے تو میں بآسانی یہ جواب دے سکتا تھا کہ تارکِ سنت ولی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ تیسرے سوال کا صرف آخری حصہ پوچھتے تو اس کا بھی یہ جواب دیا جا سکتا تھا کہ کسی کے مشورے یا حکم سے ترکِ سنت جائز نہیں ہے۔ مگر آپ اس سے آگے بڑھ کر دو مرحوم بزرگوں کا مقدمہ بھی پیش کر دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں ان کے مقدمے کا فیصلہ سناؤں۔ آپ بتائیے کہ آپ کا خود اس بحث میں پڑنا اور پھر مجھے بھی اس میں الجھانے کی کوشش کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ میرے یا آپ کے پاس یہ جاننے کا کیا ذریعہ ہے کہ حضرت رابعہ بصریہ نے اس قدر متبعِ سنت ہونے کے باوجود کیوں شادی نہ کی؟ اور حضرت نظام الدین کو ان کے شیخ نے کن مخصوص حالات یا اسباب کی بنا پر یہ مشورہ دیا اور دیا بھی یا کہ نہیں دیا؟ سارے حالات نہ میرے سامنے ہیں نہ آپ کے سامنے۔ اگر میں حالات سے واقفیت کے بغیر ان بزرگوں پر کوئی حکم لگاؤں تو زیادتی کروں گا۔ اگر ان کے فعل کی تاویل کروں تو دوسرے لوگوں کے لیے بھی ترکِ سنت کی ترغیب کا ذریعہ بنوں گا۔ اور پھر نفسِ مسئلہ کو سمجھنے کے لیے اس کی کوئی حاجت بھی نہیں ہے کہ آج میں یا آپ پچھلے بزرگوں کے معاملات کا فیصلہ کریں۔ آپ خود مجھے بتائیے کہ اس طرح کے سوالات سے اگر میں پیچھا چھڑانے کی کوشش نہ کروں تو کیا کروں؟ اسی طرح کے سوالات وجوابات کے بارے میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم مِّنْهُمْ أَحَدًا (ان کے معاملے میں صرف سرسری بحث کیجیے اور ان سے متعلق ان میں سے کسی سے پوچھ گچھ نہ کیجیے۔ الکہف)